© rasailojaraid.com

حکمتِ مودودیؒ

صالح فرد اور اجتماع کی تشکیل میں روزے کا کردار

اسلام میں مراسمِ عبادت کی حیثیت

اسلام انسان کی پوری دنیوی زندگی کو عبادت میں تبدیل کر دینا چاہتا ہے' اس کا مطالبہ یہ ہے کہ آدمی کی زندگی کا کوئی لمحہ بھی خدا کی عبادت سے خالی نہ ہو' لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار کرنے کے ساتھ ہی یہ بات لازم آجاتی ہے کہ جس اللہ کو آدمی نے اپنا معبود تسلیم کیا ہے' اس کا عبد یعنی بندہ بن کر رہے' اور بندہ بن کر رہنے ہی کا نام عبادت ہے۔ کہنے کو تو یہ چھوٹی سے بات ہے اور بڑی آسانی کے ساتھ اسے زبان سے ادا کر دیا جا سکتا ہے' مگر عملاً آدمی کی ساری زندگی کا اپنے تمام گوشوں کے ساتھ عبادت بن جانا آسان کام نہیں' اس کے لیے بڑی زبردست ٹریننگ کی ضرورت ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ خاص طور پر ذہن کی تربیت کی جائے۔ مضبوط کیریکٹر پیدا کیا جائے۔ عادات اور خصائل کو ایک سانچے میں ڈھالا جائے' اور صرف انفرادی سیرت ہی کی تعمیر پر اکتفا نہ کر لیا جائے' بلکہ ایک ایسا اجتماعی نظام قائم کیا جائے جو بڑے پیمانہ پر افراد کو اس عبادت کے لیے تیار کرنے والا ہو' اور جس میں جماعت کی طاقت فرد کی پشت پناہ' اس کی مددگار اور اس کی کمزوریوں کی تلافی کرنے والی ہو۔ یہی غرض ہے جس کے لیے اسلام میں نماز' روزہ' زکوٰۃ اور حج کی عبادتیں فرض کی گئی ہیں۔ ان کو عبادت کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بس یہی عبادت ہیں۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اس اصلی عبادت کے لیے آدمی کو تیار کرتی ہیں۔ یہ اس کے لیے لازمی ٹریننگ کورس ہیں۔ انہی سے وہ مخصوص ذہنیت بنتی ہے' اس خاص کیرکٹر کی تشکیل ہوتی ہے' منظم عادات و خصائل کا وہ پختہ سانچہ بنتا ہے' اور اس اجتماعی نظام کی بنیادیں استوار ہوتی ہیں جس کے بغیر انسان کی زندگی کسی طرح عبادتِ الٰہی میں تبدیل نہیں ہو سکتی۔ ان چار چیزوں کے سوا اور کوئی ذریعہ ایسا نہیں ہے جس سے یہ مقصد حاصل ہو سکے۔ اسی بنا پر ان کو ارکانِ اسلام قرار دیا گیا ہے۔ یعنی یہ وہ ستون ہیں جن پر اسلامی زندگی کی عمارت قائم ہوتی اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قائم رہتی ہے۔

روزہ' غیر معمولی نظامِ تربیت

زکوٰۃ اور حج کی طرح روزہ ایک مستقل جداگانہ نوعیت رکھنے والا رکن نہیں ہے بلکہ دراصل اس کا مزاج قریب قریب وہی ہے جو رکنِ صلوٰۃ کا ہے اور اسے رکنِ صلوٰۃ کے مددگار اور معاون ہی کی حیثیت سے لگایا گیا ہے۔ اس کا کام انہی اثرات کو زیادہ تیز اور زیادہ مستحکم کرنا ہے جو نماز سے انسانی زندگی پر مرتب ہوتے ہیں۔ نماز روزمرہ کا معمولی نظامِ تربیت ہے جو روز پانچ وقت تھوڑی تھوڑی دیر کے لیے آدمی کو اپنے اثر میں لیتا ہے اور تعلیم و تربیت کی ہلکی ہلکی خوراکیں دے کر چھوڑ دیتا ہے اور روزہ سال بھر میں ایک مہینہ کا غیر معمولی نظام تربیت (Special Training Course) ہے جو آدمی کو تقریباً ۷۲۰ گھنٹہ تک مسلسل اپنے مضبوط ڈسپلن کے شکنجہ میں کسے رکھتا ہے تاکہ روزانہ کی معمولی تربیت میں جو اثرات خفیف تھے وہ شدید ہو جائیں۔

تربیتِ افراد کا ہمہ گیر انتظام

اسلام کا اصل مقصد صالحین کی ایسی جماعت بنانا ہے جو انسانی تمدن کو خیر و صلاح کی بنیادوں پر تعمیر کرے۔ مگر اس غرض کے لیے وہ صرف اجتماعی اصول وضع کرنے اور ان اصولوں کی بنیاد پر ایک نظامِ تمدن بنا دینے پر اکتفا نہیں کرتا' بلکہ ساتھ ساتھ اپنے جماعتی نظام کے لیے افراد کو تیار کرنے کا بھی انتظام کرتا ہے تاکہ جماعت (سوسائٹی) جن افراد پر مشتمل ہو ان میں کا ایک ایک شخص اپنے خیالات' اپنی سیرت اور اپنے کردار کے لحاظ سے اس نظام کے ساتھ بیش از بیش موافقت رکھتا ہو' اور باغیانہ میلانات کے ساتھ مجبورانہ اطاعت کرنے کے بجائے اپنے نفس و روح کی پوری آمادگی' اپنے دل و دماغ کے مخلصانہ عقیدے' اور اپنی سیرت کی ذاتی قوت کے ساتھ اس کی پیروی کرے۔

اس اسکیم میں روزے کے رکن سے جو کام لیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ۔

۱۔ اس تربیت کے ذریعہ سے جماعت کے ہر فرد کو خداوندِ عالم کی حاکمیت کے مقابلہ میں خود مختاری سے عمداً دست بردار ہو جانے کے لیے تیار کیا جائے' تا آنکہ وہ اپنی پوری زندگی کو الٰہی قانون کے تابع کر دے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲- ہر فرد کے ذہن میں خدا کے عالم الغیب و الشہادہ ہونے کا اور آخرت کی باز پرس کا عقیدہ عملی مشق و تمرین کے ذریعہ سے اس طرح جاگزیں کر دیا جائے کہ وہ خود اپنی شخصی ذمہ داری کے احساس کی بنا پر، نہ کہ کسی خارجی دباؤ کی وجہ سے، قانونِ الٰہی کی خفیہ اور اعلانیہ اطاعت کرنے لگے۔

۳- ہر فرد کے اندر یہ روح پھونک دی جائے کہ وہ ماسوا اللہ کی بندگی و اطاعت سے اعتقاداً و عملاً منکر ہو جائے اور اس کی بندگی اللہ کے لیے اس طرح خالص ہوجائے کہ جس حکم یا جس قانون یا جس اقتدار کے لیے اس کی طرف سے کوئی سند نہ ہو، اس کی اطاعت کے لیے فردِ مومن کے نفس میں کوئی آمادگی بھی نہ ہو۔

۴- ہر فرد کی اخلاقی تربیت اس طور پر کی جائے کہ اسے اپنی خواہشات پر عملاً پورا اقتدار حاصل ہو، وہ اپنے نفس و جسم کی تمام قوتوں پر اتنا قابو رکھتا ہو کہ اپنے عقیدے اور علم و بصیرت کے مطابق ان سے کام لے سکے۔ اس میں صبر، تحمل، جفاکشی، توکل علی اللہ اور ثابت قدمی و یکسوئی کی صفات پیدا ہوجائیں اور اس کے کیرکٹر میں اتنی قوت آجائے کہ وہ خارجی ترغیبات اور اپنے نفس کے ناجائز میلانات کا مقابلہ کرسکے۔

یہی وہ مقاصد ہیں جن کے لیے اسلام نے رمضان کے روزے ہر اس شخص پر فرض کیے ہیں جو اسلامی جماعت کا رکن ہو۔ کوئی عاقل و بالغ فرد، خواہ وہ عورت ہو یا مرد، اس فریضہ سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ بیماری، سفر اور بعض دوسرے شرعی عذرات کی بنا پر کوئی شخص اس فرض کو ادا نہ کرسکتا ہو تو اس پر قضا یا فدیہ لازم ہے۔ بہرحال اسلام کے دائرے میں رہ کر کوئی انسان روزے کی فرضیت سے چھوٹتا نہیں ہے۔

> اگرچہ یہ لازم نہیں کہ روزے کی تربیت سے تمام افراد کے اندر وہ خصوصیات بدرجۂ اتم پیدا ہو جائیں جو اس سے پیدا کرنی مطلوب ہیں، کیونکہ ان کی پیدائش اور تکمیل کے لیے خود تربیت لینے والے میں ذاتی استعداد بھی ضروری ہے، لیکن بجائے خود اس نظامِ تربیت کی فطرت میں یہ خاصہ موجود ہے کہ اس سے یہ خصوصیات انسان میں پیدا ہوں اور ان خصوصیات کو پیدا کرنے کے لیے اس سے بہتر، بلکہ اس کے سوا کوئی دوسرا نظامِ تربیت تجویز نہیں کیا جاسکتا۔ اگر کوئی شخص صداقت پسندی کی نظر سے دیکھے تو اسے اعتراف کرنا پڑے گا کہ دنیا میں اسلام کے سوا کوئی اجتماعی نظام ایسا نہیں ہے جس نے افراد کو تیار کرنے کا اتنا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وسیع و ہمہ گیر انتظام کیا ہو کہ پوری آبادیاں اس کے دائرے میں آکر خود بخود اخلاقی تربیت پاتی چلی جائیں۔

پھر اس کا مزید کمال یہ ہے کہ سوسائٹی کے حدود میں اگر کوئی فرد ایسا ناقص نکل آئے کہ اس اجتماعی نظام کا جزو بن کر نہ رہ سکتا ہو' تو وہ خود بخود الگ ممتاز ہوجاتا ہے۔ جہاں اس نے بغیر عذرِ شرعی کے روزہ ترک کیا اور فوراً ہی یہ بات سوسائٹی میں آشکارا ہو گئی کہ اس کے درمیان ایک منافق موجود ہے جو خدا کی حاکمیت تسلیم نہیں کرتا اور اپنی حیوانی جبلت کا بندہ بن کر رہنا چاہتا ہے۔ اس صریح علامت سے سوسائٹی کو اپنے جسم میں ایک سڑے ہوئے عضو کی موجودگی کا بروقت علم ہوجاتا ہے' اور اس کو موقع مل جاتا ہے کہ اپنے آپ کو اس کے زہر سے محفوظ کرے۔ کم از کم اسلام نے اپنی حد تک منافقین کی نشان دہی کا پورا انتظام کردیا ہے اور ہر مسلم سوسائٹی کے لیے اس بات کا موقع فراہم کر دیا ہے کہ وہ عین وقت پر ان کے وجود سے آگاہ ہو کر یا تو ان کی اصلاح کرے یا انہیں اپنے دائرے سے خارج کردے۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ کوئی بے حس نام نہاد مسلم سوسائٹی اس موقع سے فائدہ اٹھائے اور ایسے لوگوں کو نہ صرف اپنی گود میں پرورش کرے بلکہ انہیں اپنے سر پر بٹھائے اور زندہ باد کے نعرے لگائے۔

روزے کا اجتماعی پہلو

نماز کی طرح روزہ بھی بجائے خود ایک انفرادی فعل ہے' لیکن جس طرح نماز کے ساتھ جماعت کی شرط لگا کر اس کو انفرادی سے اجتماعی فعل میں تبدیل کردیا گیا ہے' اسی طرح روزے کو بھی ایک ذرا سی حکیمانہ تدبیر نے انفرادی عمل کے بجائے اجتماعی عمل بنا کر اس کے فوائد و منافع کو اتنا بڑھا دیا ہے کہ ان کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ وہ تدبیر بس اتنی سی ہے کہ روزے رکھنے کے لیے ایک خاص مہینہ مقرر کردیا گیا۔ اگر شارع کے پیش نظر محض افراد کی اخلاقی تربیت ہوتی تو اس کے لیے یہ حکم دنیا کافی تھا کہ ہر مسلمان سال بھر کے دوران میں کبھی تیس دن کے روزے رکھ لیا کرے۔ اس طرح وہ تمام مقاصد پورے ہوسکتے تھے جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے' بلکہ ضبطِ نفس کی مشق کے لیے یہ صورت زیادہ مناسب تھی۔ کیونکہ اجتماعی عمل سے روزہ رکھنے میں جو آسانی افراد کے لیے پیدا ہوجاتی ہے وہ انفرادی عمل کی صورت میں نہ ہوتی اور ہر شخص کو اپنا فرض ادا کرنے میں نسبتاً" زیادہ شدت کے ساتھ اپنی قوتِ ارادی استعمال کرنی پڑتی۔ لیکن اسلام کا قانون جس حکیم نے بنایا ہے اس کی نگاہ میں افراد کی ایسی تیاری کسی کام کی نہیں ہے جس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے نتیجہ میں ایک جماعتِ صالحہ وجود میں نہ آئے‘ اس لیے اس نے روزے کو محض ایک انفرادی عمل بنانا پسند نہیں کیا‘ بلکہ سال بھر میں ایک مہینہ روزے کے لیے مخصوص کردیا تاکہ سب مسلمان بہ یک وقت روزہ رکھیں اور وہی نظامِ تربیت جس سے افراد تیار ہوں‘ ایک صالح اجتماعی نظام بنانے میں بھی مددگار ہوجائے۔

اس حکیمانہ تدبیر سے روزے کے اخلاقی و روحانی منافع میں جو اضافہ ہوا ہے اس کی طرف یہاں چند مختصر اشارات کیے جاتے ہیں۔

(۱) تقویٰ کی فضا

اجتماعی عمل کی اولین خصوصیت یہ ہے کہ اس سے ایک خاص قسم کی نفسیاتی فضا پیدا ہوجاتی ہے۔ ایک شخص انفرادی طور پر کسی ذہنی کیفیت کے تحت کوئی کام کر رہا ہو اور اس کے گرد و پیش دوسرے لوگوں میں نہ وہ ذہنی کیفیت ہو اور نہ وہ اس کام میں اس کے شریک ہوں‘ تو وہ اپنے آپ کو اس ماحول میں بالکل اجنبی پائے گا۔ اس کی کیفیتِ ذہنی صرف اسی کی ذات تک محدود اور صرف اسی کی نفسی قوتوں پر منحصر رہے گی‘ اس کو نشوونما پانے کے لیے ماحول سے کوئی مدد نہ ملے گی‘ بلکہ ماحول کے مختلف اثرات اس کیفیت کو بڑھانے کے بجائے الٹا گھٹا دیں گے۔ لیکن اگر وہی کیفیت پورے ماحول پر طاری ہو۔ اگر تمام لوگ ایک ہی خیال اور ایک ہی ذہنیت کے ماتحت ایک ہی عمل کر رہے ہوں تو معاملہ برعکس ہوگا۔ اس وقت ایک ایسی اجتماعی فضا بن جائے گی جس میں پوری جماعت پر وہی ایک کیفیت چھائی ہوئی ہوگی اور ہر فرد کی اندرونی کیفیت ماحول کی خارجی اعانت سے غذا لے کر بے حد و حساب بڑھتی چلی جائے گی۔ ایک شخص اکیلا برہنہ ہو اور گرد و پیش سب لوگ کپڑے پہنے ہوئے ہوں تو وہ کس قدر شرمائے گا؟ بے حیائی کی کتنی بڑی مقدار اس کو برہنہ ہونے کے لیے درکار ہوگی اور پھر بھی ماحول کے مختلف اثرات سے اس کی شدید بے حیائی بھی کس طرح بار بار شکست کھائے گی؟ لیکن جہاں ایک حمام میں سب ننگے ہوں وہاں شرم بے چاری کو پھٹکنے کا موقع بھی نہ ملے گا۔ اور ہر شخص کی بے شرمی دوسروں کی بے شرمی سے مدد پاکر افزوں در افزوں ہوتی چلی جائے گی۔ ایک ایک سپاہی کا الگ الگ جنگ کرنا اور مہالکِ جنگ برداشت کرنا کس قدر مشکل ہے؟ مگر جہاں فوج کی فوج ایک ساتھ مارچ کر رہی ہو وہاں جذباتِ شہامت و حماست کا ایک طوفان امنڈ آتا ہے جس میں ہر سپاہی مستانہ وار بہتا چلا جاتا ہے۔ نیکی ہو یا بدی‘ دونوں کی ترقی میں اجتماعی نفسیات کو غیر معمولی دخل حاصل ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جماعت مل کر بدی کر رہی ہو تو فحش' بے حیائی اور بدکاری کے جذبات ابل پڑتے ہیں اور جماعت مل کر نیکی کر رہی ہو تو پاکیزہ خیالات اور نیک جذبات کا سیلاب آجاتا ہے جس میں بد بھی نیک بن جاتے ہیں' خواہ تھوڑی دیر کے لیے سہی۔

اجتماعی روزے کا مہینہ قرار دے کر رمضان سے شارع نے یہی کام لیا ہے۔ جس طرح آپ دیکھتے ہیں کہ ہر غلہ اپنا موسم آنے پر خوب پھلتا پھولتا ہے اور ہر طرف کھیتوں پر چھایا ہوا نظر آتا ہے' اسی طرح رمضان کا مہینہ گویا خیر و صلاح اور تقویٰ و طہارت کا موسم ہے۔ جس میں برائیاں دبتی ہیں' نیکیاں پھلتی ہیں' پوری پوری آبادیوں پر خوفِ خدا اور حبِ خیر کی روح چھا جاتی ہے' اور ہر طرف پرہیز گاری کی کھیتی سرسبز نظر آنے لگتی ہے۔ اس زمانہ میں گناہ کرتے ہوئے آدمی کو شرم آتی ہے' ہر شخص خود گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اور اپنے کسی دوسرے بھائی کو گناہ کرتے دیکھ کر اسے شرم دلاتا ہے' ہر ایک کے دل میں یہ خواہش ہوتی ہے کہ کچھ بھلائی کا کام کرے' کسی غریب کو کھانا کھلائے' کسی ننگے کو کپڑا پہنائے' کسی مصیبت زدہ کی مدد کرے' کہیں کوئی نیک کام کر رہا ہو تو اس میں حصہ لے' کہیں کوئی بدی ہو رہی ہو تو اسے روکے۔ اس وقت لوگوں کے دل نرم ہوجاتے ہیں' ظلم سے ہاتھ رک جاتے ہیں' برائی سے نفرت اور بھلائی سے رغبت پیدا ہوجاتی ہے' توبہ اور خشیت و انابت کی طرف طبیعتیں مائل ہوتی ہیں' نیک بہت نیک ہوجاتے ہیں اور بد کی بدی اگر نیکی میں تبدیل نہیں ہوتی تب بھی اس جلاب سے اس کا اچھا خاصا تنقیہ ضرور ہوجاتا ہے۔ غرض اس زبردست حکیمانہ تدبیر سے شارع نے ایسا انتظام کر دیا ہے کہ ہر سال ایک مہینہ کے لیے پوری اسلامی آبادی کی صفائی ہوتی رہے' اس کو اوور ہال کیا جاتا رہے' اس کی کایا پلٹی جائے۔ اور اس میں مجموعی حیثیت سے روحِ اسلامی کو از سرنو زندہ کر دیا جائے۔ اسی بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین باندھ دیے جاتے ہیں۔

اور ایک دوسری حدیث میں ہے:

> جب رمضان کی پہلی تاریخ آتی ہے تو شیاطین اور سرکش جن باندھ دیے جاتے ہیں۔ دوزخ کی طرف جانے کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ ان میں سے کوئی دروازہ کھلا نہیں رہتا اور جنت کی طرف جانے کے دروازے کھول دیے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جاتے ہیں۔ ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں رہتا۔ اس وقت پکارنے والا پکارتا ہے "اے بھلائی کے طالب آگے بڑھ اور اے برائی کے خواہش مند ٹھہر جا۔"

سکتہ کے مریض کا آخری امتحان اس طرح کیا جاتا ہے کہ اس کی ناک کے پاس آئینہ رکھتے ہیں۔ اگر آئینہ پر کچھ دھندلاہٹ سی پیدا ہو تو سمجھتے ہیں کہ ابھی جان باقی ہے' ورنہ اس کی زندگی کی آخری امید بھی منقطع ہوجاتی ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کی کسی بستی کا تمھیں امتحان لینا ہو تو اسے رمضان کے زمانہ میں دیکھو۔ اگر اس مہینہ میں اس کے اندر کچھ تقویٰ' کچھ خوف خدا' کچھ نیکی کے جذبہ کا ابھار نظر آئے تو سمجھو ابھی زندہ ہے۔ اور اگر اس مہینہ میں بھی نیکی کا بازار سرد ہو' فسق و فجور کے آثار نمایاں ہوں' اور حس مردہ نظر آئے تو **انا للہ وانا الیہ راجعون** پڑھ لو۔ اس کے بعد زندگی کا کوئی سانس "مسلمان" کے لیے مقدر نہیں ہے۔

(۲) جماعتی احساس

اجتماعی عمل کا دوسرا اہم فائدہ یہ ہے کہ اس سے لوگوں میں فطری اور اصلی وحدت پیدا ہوتی ہے۔ نسل یا زبان یا مرز بوم یا معاشی اغراض کا اشتراک فطری قومیت پیدا نہیں کرتا۔ آدمی کا دل صرف اسی سے ملتا ہے' جو خیالات اور عمل میں اس سے ملتا ہو۔ یہ اصلی رشتہ ہے جو دو آدمیوں کو ایک دوسرے سے باندھتا ہے اور جس کے ساتھ خیالات اور عمل میں اتفاق نہ ہو اس سے کبھی دل نہیں ملتا' خواہ دونوں ایک ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہوں۔ جب کوئی شخص اپنے گرد و پیش کے لوگوں کو ذہنیت اور عمل میں اپنے سے مختلف پاتا ہے۔ تو صریح طور پر اپنے آپ کو ان کے درمیان اجنبی محسوس کرتا ہے۔ مگر جب بہت سے لوگ مل کر ایک ہی ذہنی کیفیت کے ساتھ ایک ہی عمل کرتے ہیں تو ان میں باہم یگانگت' رفاقت' یک جہتی اور برادری کے گہرے تعلقات پیدا ہوجاتے ہیں' ان کے درمیان کوئی اجنبیت باقی نہیں رہتی' قلب و روح کا اشتراک اور عمل کا اتفاق ان کو آپس میں جوڑ کر ایک کردیتا ہے۔

خواہ نیکی ہو یا بدی' دونوں صورتوں میں اجتماعی نفسیات اسی طرح کام کرتے ہیں۔ چوروں میں چوری کا اشتراک اور شرابیوں میں شراب نوشی کا اشتراک بھی یونہی برادری پیدا کرتا ہے۔ مگر فرق یہ ہے کہ بدی کے راستہ میں افراد کی نفسانیت کا دخل رہتا ہے۔ جس کا فطری میلان فرد فرد کو پھاڑ کر الگ کردینے کی طرف ہے۔ اس لیے ایسے راستوں میں برادری کبھی بے آلائش اور مستحکم نہیں ہوتی۔ بخلاف اس کے نیکی کے راستے میں نفسانیت دبتی ہے' انسانی روح کو حقیقی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تسکین ملتی ہے، اور پاک جذبات کے ساتھ آدمی اس راستہ پر چلتا ہے۔ اس لیے نیک خیالات اور نیک عمل کا اشتراک وہ بہترین رشتہ "اخوت پیدا کرتا ہے۔ جس سے زیادہ مستحکم اجتماعی رابطہ کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔

نمازِ با جماعت کی طرح رمضان کے اجتماعی روزے مسلمانوں میں اسی نوع کی برادری پیدا کرتے ہیں۔ تمام لوگوں کا مل کر ایک خدا کی رضا چاہنا، اسی کی رضا کے لیے بھوک پیاس کی تکلیف اٹھانا، اسی کے خوف سے برائیوں کو چھوڑنا اور ایک دوسرے کو برائیوں سے روکنا، اسی کی محبت میں بھلائیوں کی طرف دوڑنا اور ایک دوسرے کو بھلائی پر اکسانا، یہ چیز ان میں بہترین قسم کی وحدت، صحیح ترین فطری قومیت، پاکیزہ ترین اجتماعی ذہنیت، اور ایسی ہمدردی و رفاقت پیدا کرتی ہے جو ہر کھوٹ سے خالی ہے۔

(۳) امدادِ باہمی کی روح

اس اجتماعی عبادت کا تیسرا زبردست کام یہ ہے کہ یہ عارضی طور پر تمام لوگوں کو ایک سطح پر لے آتی ہے۔ اگرچہ امیر امیر ہی رہتا ہے اور غریب غریب، لیکن روزہ چند گھنٹوں کے لیے امیر پر بھی وہ کیفیت طاری کر دیتا ہے، جو اس کے فاقہ کش بھائی پر گزرتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اس کی مصیبت حقیقی طور پر محسوس کرتا ہے، اور خدا کی رضا چاہنے کا جذبہ اسے غریب بھائیوں کی مدد کرنے پر اکساتا ہے۔ بظاہر یہ ایک بڑی چھوٹی سی بات معلوم ہوتی ہے۔ مگر اس کے اخلاقی و تمدنی فوائد بے شمار ہیں۔ جس قوم کے امیروں میں غریبوں کی تکالیف کا احساس اور ان کی عملی ہمدردی کا جذبہ ہو، اور جہاں صرف اداروں ہی کو خیرات نہ دی جاتی ہو، بلکہ فرداً" فرداً" بھی حاجت مندوں کو تلاش کر کے مدد پہنچائی جاتی ہو وہاں نہ صرف یہ کہ قوم کے کمزور حصے تباہ ہونے سے محفوظ رہتے ہیں، نہ صرف یہ کہ اجتماعی فلاح برقرار رہتی ہے، بلکہ غربت اور امارت میں حسد کے بجائے محبت کا، شکر گزاری اور احسان مندی کا تعلق قائم ہوتا ہے اور وہ طبقاتی جنگ کبھی رونما نہیں ہو سکتی، جو ان قوموں میں ہوتی ہے جن کے مالدار لوگ جانتے ہی نہیں کہ فقر و فاقہ کیا چیز ہوتی ہے، جو قحط کے زمانہ میں تعجب سے پوچھتے ہیں کہ لوگ بھوکے کیوں مر رہے ہیں۔ انھیں روٹی نہیں ملتی تو یہ کیک کیوں نہیں کھاتے؟

یہ اسلام کا دوسرا عملی رکن ہے، جس کے ذریعہ سے اسلام اپنے افراد کو فرداً" فرداً" ایک خاص قسم کی اخلاقی تربیت دے کر تیار کرتا ہے اور پھر انھیں جوڑ کر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک خاص طرز کی جماعت بناتا ہے۔ اسلام کا آخری مقصد جس مدنیتِ صالحہ اور حکومتِ الٰہیہ کو وجود میں لاتا ہے۔ اس کے اجزائے ترکیبی اس طرح نماز اور روزے کے ذریعہ سے چھیل بنا کر تیار کیے جاتے ہیں۔ اس کے اہلِ کار، عہدہ دار، اور وزراء، اس کے معلم اور پروفیسر، اس کے قاضی اور مفتی، اس کے تاجر، مزدور، کارخانہ دار اور کسان، اس کے رائے دہندے، نمائندے اور شہری، سب اس تربیت کے بعد کہیں اس قابل ہوتے ہیں کہ ان کے اجتماع سے وہ صالح، تمدنی و سیاسی نظام بن سکے جسے "خلافت علٰی منہاج النبوۃ" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ محض ان کمزا افراد کو لے کر خلافتِ الٰہیہ قائم کرنے کے لیے دوڑ جانا ایسی خام خیالی و خام کاری ہے جس سے اللہ اور اس کا رسولؐ بری ہیں۔

(اخذ و ترتیب: صلاح الدین کاشمیری)

© rasailojaraid.com